SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:2 (2024) PAGE NO: 212-218
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Bakhtawar Saleem, Raza Akram, & Dr. Munawar Amin. (2024). Javed Akhtar Bhatti as Researcher: جاوید اختر بھٹی بطور محقق. *Shnakhat*, *3*(2), 212-218. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/295

"Javed Akhtar Bhatti as Researcher

"جاوید اختر بھٹی بطور محقق

Bakhtawar Saleem | Raza Akram | Dr. Munawar Amin

MPhil (Urdu), Institute of Southern Punjab, Multan at-bakhtawarsaleem99@gmail.com
MPhil (Urdu), Institute of Southern Punjab, Multan at-razaakramali@gmail.com
Assistant Professor, Department of Urdu
Institute of Southern Punjab, Multan at-drmunawaramin143@gmail.com

Abstract

Javed Akhter Bhatti is one of the well-known local writers of South Punjab. He was born on February 2, 1958 in a landed family of Multan. He studied up to matriculation and started his creative journey with fiction writing. With his creations, he proved that art does not require academic degrees. Along with being a columnist, personality writer, fiction writer, critic, research is also an important aspect of his literary life. As a researcher with deep insight, he explored the lost corners of Urdu literature. Starting with the linguistic discussion “Urdu-Hindi A Historical Review”, and then “ Joibar”, “ Ikhwan Al-Safa”, “Urdu Translations of Gitta” , “The concept of Slavery” and open the chapter of new dimensions regarding Farid’s knowledge “ Urdu Poetry of Khawaja Fareed” are capitals in the field of research. He has proved himself as an epoch-making researcher by uncovering historical corners in linguistics, journalism, philosophy, religion and personalities.
Keywords: Local writer, fiction writing, linguistic discussion, slavery, journalism, philosophy

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ لفظ "حق" سے نکلا ہے۔ حق کا مطلب سچائی اور ثبوت کے ہیں۔اس لحاظ سے تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے۔ تحقیق کا کام گمشدہ کڑیوں کو دریافت کرنا ہے اور موجودہ مواد کو مرتب کر کے اس کے صحیح یا غلط ہونے کو پرکھنا ہے۔ اردو میں تحقیق کا آغاز تذکروں سے ہوتا ہے۔اس کے بعد انیسویں صدی کے وسط میں سرسید احمد خان کی کتاب "آثار الصنادید" اردو تحقیق میں ایک اچھے نمونے کے طور پر سامنے آئی۔ باضابطہ طور پر اردو تحقیق کی ابتداء بیسویں صدی کے اوائل میں ہوتی ہے۔ حافظ محمود شیرانی کو اس حوالے سے معلم اول سمجھا جاتا ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے تحقیق کے اصول وضع کیے اور انہیں پائیدار بنیادوں پر استوار کیا۔اس کے ساتھ تحقیق میں جدید مغربی اصولوں کو رواج دیا۔ تحقیق میں نئے مآخذ کی تلاش کے ساتھ اولین مآخذ کی اہمیت پر بھی زور دیا۔اردو کی خالص ادبی تحقیق کے سلسلے میں ابتدائی محققین میں

مولوی عبدالحق، حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود، امتیاز علی عرشی، رشید حسن خان وغیرہ ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے اردو زبان وادب میں تحقیق کا معیار بلند کیا۔ اردو ادب میں تحقیق کی روایت کافی مستحکم ہے۔

جدید محققین میں ملتان سے تعلق رکھنے والے جاوید اختر بھٹی کا نام نمایاں ہے۔ جو کہ اردو ادب بالخصوص ملتان کے ادبی حلقے میں ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ ۲ فروری ۱۹۵۸ء کو ملتان کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مسلم ہائی سکول ملتان سے حاصل کی۔ چودہ سال کی عمر میں والد کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس صدمے کی وجہ سے ایک تو پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا دوسری طرف ادبی ذوق اور شوق مطالعہ نے ذہن اور روح کو اس غم کی کیفیت میں سہارا دیا۔ یوں جاوید اختر بھٹی نے انٹر کے بعد پڑھائی کو خیر آباد کہہ دیا اور خود کو مستقل طور پر ادب سے جوڑ لیا۔ ادبی سفر کا آغاز ستر کی دہائی میں کیا۔ ابتداء میں ٹوٹی پھوٹی شاعری کی اور کچھ افسانے لکھے۔ پروفیسر عاصی کرنالی سے رہنمائی طلب کی تو انہوں نے آپ کو نثر لکھنے کا مشورہ دیا۔ اپنے متعلق جاوید اختر بھٹی کی بھی یہی رائے ہے کہ آپ خود کو نثر کا آدمی سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد افسانہ نگاری سے تخلیقی کام کا آغاز کیا۔ گہرے مطالعے اور طویل تجربے کے بعد ادبی اور تخلیقی نکھار ابھر کر سامنے آیا اور پھر افسانوں کے ساتھ ادب کی باقی نثری اصناف میں بھی طبع آزمائی کی اور اب تک افسانہ نگاری، تنقید، صحافت، کالم نگاری اور شخصیت نگاری میں کئی فن پارے تخلیق کر چکے ہیں۔ آپ کا شمار ادب کی ایسی نابغہ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے معجزاتی فن سے اس بات کو ثابت کیا کہ فن تعلیمی ڈگریوں کا محتاج نہیں۔ جاوید اختر بھٹی کا تخلیقی فن ادب کی کسی ایک صنف تک محدود نہیں بلکہ آپ کے تخلیقی سفر کی کئی جہات ہیں۔ ایک طرف افسانہ نگار، کالم نگار، صحافی اور نقاد مشہور ہیں تو وہاں ایک گہری بصیرت رکھنے والے محقق اور باکمال مدون بھی جانے جاتے ہیں۔ بطور محقق جاوید اختر بھٹی نا صرف تاریخ اور علوم سے گہری واقفیت رکھتے ہیں بلکہ تحقیق کی روایت اور بنیادی لوازمات سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ تحقیقی میدان میں جاوید اختر بھٹی کی اب تک درجن سے زائد تصانیف سامنے آچکی ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔ اب تک کی تحقیقی و تالیفی خدمات کی تفصیل ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

جاوید اختر بھٹی کے ہاں تحقیق کی ابتداء لسانی بحث سے شروع ہوتی ہے اور اس سلسلے کا پہلا نمونہ "اردو ہندی ایک تاریخی جائزہ" ہے۔ اس کتاب میں اردو اور ہندی زبان کے حوالے سے لکھے گئے مختلف مضامین کو اکٹھا کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ ۱۹۷۵ء میں "ادارہ لوح و قلم" ملتان نے اسے شائع کیا۔ ۲۰۰۴ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن اضافے کے ساتھ "دار لکتاب لاہور" سے شائع ہوا۔ اس کتاب میں شامل کیے گئے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں نقوش سلیمانی، پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو، اردو سے ہندی تک، ہندی اردو تنازع جیسی تاریخی کتب سے منتخب مضامین کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں ڈاکٹر گیان چند کے اردو زبان کے حوالے سے منتخب مضامین اور تیسرے حصے میں مسعود حسن خان کی کتاب "اردو کا المیہ" سے آٹھ مضامین، آخر میں رام پرکاش کپور کا "بھارت میں اردو کشی" مضمون شامل ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد قومی زبان کے حوالے سے ہونے والے ہندو مسلم فسادات کے سلسلے میں اردو اور ہندی زبان کا تاریخی لحاظ سے جائزہ لینا تھا۔ اس لیے اردو زبان اور ہندی زبان کے متعلق ابتدائی نظریات، تاریخ، رسم الخط کے حوالے سے تنازعات اور اہمیت پر مبنی معلوماتی مضامین کو تقابلی لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ لسانیات کے طلباء اور نئے محققین کے لیے یہ جاوید اختر بھٹی کی مرتب کردہ عمدہ کتاب ہے اور جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کے ایم فل نصاب میں لسانیات کے حوالے سے شامل ہے۔

جاوید اختر بھٹی کی تحقیقی کاوش کا دوسرا نمونہ "جوئبار" ہے۔ یہ کتاب ملتان کے مشہور و معروف شاعر "ظفر ادیب" کے پہلے مجموعہ کلام پر مشتمل ہے۔ ظفر ادیب کا پہلا مجموعہ کلام ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا۔ جاوید اختر بھٹی نے اسے از سر نو مرتب کر کے ۱۹۹۷ء میں "کتاب دوست ملتان" سے شائع کیا۔ کلام کے ساتھ اس کتاب میں جاوید اختر بھٹی نے ظفر ادیب کے حالات زندگی بھی شامل کیے ہیں۔ کتاب کی اہمیت کے متعلق اسد فیض رقم طراز ہیں:

> "زیر نظر کتاب بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ملتان میں مقیم ایک ہندو شاعر بھیم سین ظفر ادیب (1913ء تا 1984ء) کا پہلا مجموعہ کلام "جوئبار" ہے۔ یہ مجموعہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۸ء میں ملتان سے طبع ہوا۔ دوسری مرتبہ جاوید اختر

بھٹی انسٹھ برس بعد اسے دوبارہ منظر عام پر لائے ہیں۔اس کتاب کی اہمیت اس کے مقدمے کے سبب دوچند ہو جاتی ہے اس لیے کہ یہ آزاد نظم کے عہد ساز شاعر ن۔م راشد کا لکھا ہوا ہے اور تاریخی اعتبار سے ملتان میں لکھی جانے والی تنقیدی اہمیت کی حامل پہلی تحریر بھی ہے۔"[۱]

یہ کتاب جاوید اختر بھٹی کی اپنے شہر، وطن اور دھرتی سے محبت کے اظہار کو سامنے لاتی ہے کہ اپنے تہذیبی اور فکری گیان سے مقامی شاعر کے گمشدہ علمی وادبی آثار کو منظر عام پہ لانے کی کوشش کی ہے۔جاوید اختر بھٹی نے تحقیق کے لیے اردو ادب کے گمشدہ گوشوں کو کھوجا ہے بالخصوص ملتان کے قدیم ادبی منظر نامے کے حوالے سے متحرک دکھائی دیتے ہیں۔اور مختلف موضوعات اور شعبوں میں تحقیقاتی کام کیے ہیں۔"فلسفہ مذہب" جاوید اختر بھٹی کی بطور محقق ایک عمدہ مدون کتاب ہے۔سابقہ موضوعات سے ہٹ کر اس کتاب میں جاوید اختر بھٹی نے فلسفہ اور مذہب کے درمیان اشتراکیت اور اختلافات پر تحقیق کی ہے۔اس کتاب کا انتساب ڈاکٹر علامہ اقبال کی نظم 'فلسفہ مذہب' کے نام کیا ہے۔اس کتاب میں فلسفہ اور مذہب پر محمد سعید شیخ کا تنقیدی جائزہ، میاں محمد شریف کا اس حوالے سے ماہیت زمان کا نظریہ، دین محمد شفیقی عہدی پوری کے توحید کے حوالے سے ارتقائی مدارج، سید نذیر نیازی کا شعور نبوت اور بختیار حسین صدیقی کا انسانی وجود اور موت پر نظریات کو ترتیب سے اکٹھا کر کے مذہب اور فلسفہ کے درمیان تعلق کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔اس کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"فلسفے کا سرچشمہ انکشاف انسانیت ہے جس نے انسان کی عقلی دنیا کو وسعت عطا کی۔فلسفے نے ہزاروں برس کا سفر کیا ہے اور اس کے ساتھ انسان نے شعور کے مدارج طے کیے۔شعور انسانی نے کئی نئی منزلوں کو پالیا اور آج بھی فلسفی نئی منزلوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔فلسفہ مذہب پر صدیوں سے لکھا جا رہا ہے ہر دور میں مذہب کی مخالفت ہوئی اور اس کا دفاع کرنے والے بھی سامنے آئے۔"[۲]

اس کتاب کو "مطبوعات لاہور" نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔جاوید اختر بھٹی نے فلسفہ اور مذہب پر تحقیق کرتے ہوئے جس بحث کو چھیڑا اُسے آگے جا کر اپنی ایک اور کتاب "فیضان آزاد" میں مولانا ابوالکلام آزاد کے خطبات کی روشنی میں بھی منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔"فیضان آزاد" جاوید اختر بھٹی کی مرتب کی ہوئی چوتھی تحقیقی کاوش ہے۔یہ کتاب مولانا ابوالکلام آزاد کے مختلف مواقع پر دیئے گئے خطبات پر مشتمل ہے۔جاوید اختر بھٹی مولانا آزاد سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔اس حوالے سے ان کے مختلف خطبات کو موضوع کے لحاظ سے مرتب کر کے مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔کتاب کے پہلے حصے میں "مذہب و فلسفہ" پر مشتمل خطبات شامل ہیں۔دوسرے حصے میں تاریخ و سیاست، تیسرا حصہ اردو زبان، تعلیم، رسم الخط کے حوالے سے لسانی بحث، اس کے بعد خطبات آزاد اور غبار خاطر سے کچھ مضامین کو شامل کیا گیا ہے اور آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد کی شاعری میں سے نعت، غزلیں، رباعیات اور قطعات شامل کی گئی ہیں۔یہ کتاب پہلی بار "مکتبہ جمال لاہور" سے ۲۰۰۱ء میں۔۲۰۰۵ء میں کچھ اضافے کے ساتھ اس کا دوسرا ایڈیشن "دارلکتاب لاہور" سے شائع ہوا۔اس کتاب میں جاوید اختر بھٹی نے دو دیباچے تحریر کیے ہیں۔مولانا آزاد سے جاوید اختر بھٹی کی عقیدت کا اظہار آگے جا کے ہمیں ان کے ایک اور تحقیقی کام "الہلال اور ابلاغ کے اشارات اور مباحث" میں نظر آتا ہے۔اس کتاب میں ایک تو رسائل "الہلال" اور "ابلاغ" کے اشارات کو مرتب کیا ہے دوسرا مولانا آزاد کی صحافت پر لکھے مالک رام اور ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری کے مضامین کو بھی شامل کتاب کیا ہے۔سید سلمان ندوی کا خط بھی اس میں شامل ہے۔اشارات و مباحث کے حوالے سے رسالہ "الہلال" کی پہلی پانچ جلدیں اور "ابلاغ" کی پہلی جلد شامل ہے۔جاوید اختر بھٹی اردو ادب میں معروف محقق اور افسانہ نگار ہونے کے ساتھ ایک صحافی اور کالم نگار بھی ہیں۔آپ نے اردو صحافت کے آغاز اور تاریخ کے متعلق گہرا مطالعہ کر رکھا ہے اور اردو صحافت کو ابتداء سے درپیش مسائل اور مشکلات سے متعلق واقفیت رکھتے ہوئے

عصر حاضر کی صحافت کے لیے ان ابتدائی رسائل کا مطالعہ اور ان کے مباحث کو نسل نو کے سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ کی مرتب کردہ یہ کتاب صحافت کے میدان میں گرانقدر اضافہ ہے۔ اس کتاب کو ۲۰۰۵ء میں بیکن بکس ملتان نے شائع کیا۔

تحقیق و تدوین کے حوالے سے ۲۰۰۵ء میں کتاب دوست ملتان نے جاوید اختر بھٹی کی مرتب کردہ ایک اور کتاب "اخوان الصفاء" شائع کی۔ یہ کتاب تاریخی لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ دسویں صدی عیسوی اور چوتھی صدی ہجری میں بعض سیاسی مصلحتوں کی بناپر مسلمان فلسفی اور سائنسدان اپنے علمی مشاغل کو خفیہ رکھنے پر مجبور ہوئے اور بصرہ میں اپنی تمام علمی سرگرمیوں اور عقلی علوم کے فروغ کے لیے خفیہ مرکز اخوان الصفاء بنایا۔ اس کے تمام علمی کارنامے، افکار و نظریات اور مفصل تعلیمات پر مشتمل تحریریں ۵۲ مختلف رسائل میں محفوظ ہیں جو بصرہ کے "ابو سلیمان محمد" اور "ابوالحسن علی بن ہارون" نے تحریر کی تھیں۔ یہ ۵۲ رسائل مصر اور بھارت میں چھپ چکے ہیں اور ان کے نسخے برصغیر اور عرب کے قدیم کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ ان رسائل میں موجود نظریات اور افکار کو دنیا کی سب سے پہلی انسائیکلوپیڈیا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا پہلا اردو ترجمہ ۱۸۱۰ء میں ہوا اور ان کے اب تک متعدد نسخے مرتب بھی ہوتے رہے ہیں۔ جاوید اختر بھٹی نے ان میں موجود علمی مباحث کو فرہنگ کے ساتھ شائع کیا۔ ۲۰۱۱ء میں درستی اور مزید اضافے کے ساتھ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا اور ۲۰۱۲ء میں اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن "دار لکتاب لاہور" سے شائع ہوا۔ ان رسائل میں موجود علوم اور نظریات کے متعلق بعض مقامات پر طویل بحثیں ہیں۔ مختلف علوم اور موضوعات پر اہم معلومات اور مباحث پیش کیے گئے ہیں۔ ان علمی مباحث کو نسل نو کے سامنے لانے کے لیے جاوید اختر بھٹی نے نہایت محنت، خوبصورتی اور عرق ریزی سے اس کتاب کی ترتیب و تہذیب کی ہے۔ جو جاوید اختر بھٹی کی خالص ادبی، علمی اور تحقیقی کاوش ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی علم دوستی اور ادب پروری کا بین ثبوت ہے۔

جاوید اختر بھٹی کی ایک اور تحقیقی کاوش "میر صاحب" ہے۔ یہ کتاب میر تقی میر کے فکر و فن کے متعلق محمد حسن عسکری کے مضامین کو یکجا کر کے مرتب کی گئی ہے۔ دراصل شاعری میں میر تقی میر کی عظمت و رفعت سے کون واقف نہیں ہے مگر اردو ادب کے مایہ ناز نقاد حسن عسکری نے جس وسعت نظری سے اور بالکل ہی منفرد انداز میں میرؔ کا مطالعہ کیا اور میرؔ کی حقیقی زندگی اور شعری رویوں کو مماثل کر کے اس انداز میں ہمارے سامنے لائے وہ ایک صاحب علم و بصیرت نقاد ہی کر سکتا ہے۔ حسن عسکری کے ان تمام مضامین، تحریروں کا مطالعہ جاوید اختر بھٹی نے کیا تو انہیں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان تمام منتشر مضامین اور تحریروں کو یکجا اور مرتب کر کے کتابی شکل دی جائے۔ تاکہ حسن عسکری کے تنقیدی نظریات برائے میر کو آسانی سے سمجھا جا سکے۔ حرف آغاز میں لکھتے ہیں:

> "اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اردو شاعری کے دو دور ہیں۔ پہلا قبل از میر اور دوسرا بعد از میر۔ اگر اردو غزل کو توجہ سے دیکھا جائے تو بہت سے اچھے شعروں میں میرؔ دکھائی دیتے ہیں۔ عسکری صاحب نے میرؔ کے بارے میں یوں تو بہت کچھ لکھا لیکن وہ اس موضوع پر مستقل کتاب نہ لکھ سکے۔ غالباً کسی موضوع پر مستقل کتاب لکھنا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔"[۳]

اس کتاب میں حرف آغاز کے بعد حسن عسکری کا سوانحی خاکہ تحریر کیا گیا ہے۔ حسن عسکری کے نظریات اور افکار کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر محمد علی کا مضمون "حسن عسکری کا دائرہ سفر" اور میرؔ کے مطالعہ سے متعلق نثار احمد فاروقی کا مضمون شامل کیا گیا ہے۔ حسن عسکری کے مضامین کے بعد آخر میں ذکر میر کے نام سے منتشر تحریروں کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مزید اضافے کے ساتھ ۲۰۲۱ء میں پورب اکادمی نے شائع کیا ہے۔ میرؔ فہمی کے ذیل میں جاوید اختر بھٹی کی یہ مرتبہ کتاب ادبی میدان میں عمدہ کاوش ہے اس کے مطالعہ سے ہم بیسویں صدی کے ایک اہم ناقد محمد حسن عسکری کی تنقیدی بصیرت بالخصوص میر تقی میر کے فکر و فن کے حوالے سے ان کی طرزِ فکر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ حسن عسکری نے مشہور غزل گو "رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری" کے متعلق تنقیدی نظریات قائم کیے اور جو مضامین لکھے انہیں بھی جاوید اختر بھٹی نے دلپذیر

ترتیب سے "فراق صاحب" کے نام سے ۲۰۱۱ء میں شائع کیا۔ "فراق صاحب" میں حسن عسکری کے تنقیدی نظریات پر مشتمل مضامین کے علاوہ فراق اور حسن عسکری کا سوانحی خاکہ بھی لکھا گیا ہے اور کتاب کے آخر میں "ذکر فراق" کے نام سے حسن عسکری کی فراق کے متعلق مختلف تحریروں میں آراء کو یکجا کیا گیا ہے۔

جاوید اختر بھٹی کی تحقیقی و تالیفی جوہر کا ایک اور اہم شاہکار "گیتا کے اردو تراجم" ہے۔ اس میں جاوید اختر بھٹی نے بھگوت گیتا کے متعلق مختلف اہل قلم کے مضامین، مقالات اور اردو تراجم کو یکجا کیا ہے۔ بھگوت گیتا کا پہلا ترجمہ فارسی زبان میں ہوا اور اب تک مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ اردو میں اب تک کم و بیش ایک سو ترجمے ہو چکے ہیں۔ جاوید اختر بھٹی کی تالیف کی گئی اس کتاب کے اب تک دو ایڈیشن حصہ اول ۲۰۱۵ء میں اور حصہ اول و دوم ۲۰۲۲ء میں پورب اکادمی لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے ایڈیشن کی مقبولیت اور تحسین کے پیش نظر جاوید اختر بھٹی نے اسے وسعت دینے کا سوچا۔ پہلی جلد ۱۵ تراجم پر مشتمل ہے۔ اس کے دو حصے ہیں ہندوں کے تراجم اور مسلمانوں کے تراجم۔ دوسری جلد میں پہلی جلد کے ۱۵ تراجم کے علاوہ ۳۲ مزید نئے ترجمے شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ۲۴ ہندو لکھاریوں کے ترجمے ہیں اور ۸ مسلمان قلم کاروں کے ترجمے ہیں۔ ان تراجم کے علاوہ سید کامل حسین اور مانک ٹالا کے مضامین کی شمولیت سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کی اہمیت، مقبولیت اور معیار کا اندازہ ہم اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ ہندوستان سے لکھنوی پبلشر نے اسے شائع کرنے کی اجازت اور آمادگی چاہی تھی۔

جاوید اختر بھٹی اس کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "بھگوت گیتا" ہندوستان کی ایک عظیم رزمیہ نظم "مہابھارت" کی کتاب بھسماپرون کے تئیسویں باب پر مشتمل ہے اور اس کا تعلق شروتی ادب سے نہیں بلکہ اسمرتی سے ہے۔ اپنشد میں براہمن کا تصور ایک تجریدی اور غیر مادی حقیقت کے مماثل ہے لیکن براہمن کا یہ مجرد تصور ایک عام اور سطحی ذہن کے لیے ناقابل قبول تھا اور یہی وجہ تھی کہ عوام الناس جو فلسفیانہ موشگافیوں اور تجریدی افکار کی باریکیوں سے نابلد تھے۔ براہمن کے اس فلسفیانہ تصور سے کوئی جذباتی اور روحانی تسکین حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنشد کا یہ تجریدی فلسفہ اور مذہب صرف فلسفیوں تک محدود ہو کر رہ گیا اور عام انسانی ذہن جو مادی پیکر میں حقیقت مطلق کا متلاشی تھا اس فلسفہ سے متنفر اور بیگانہ رہا۔ بھگوت گیتا کے فلسفہ کا جوہر بھی اپنشد ہی سے ماخوذ ہے یعنی اس فکر کی جڑیں بھی اپنشید ہی سے پیوست ہیں۔ لیکن بھگوت گیتا میں ہمیں ایک واضح اور انقلاب انگیز تبدیلی نظر آتی ہے جس سے اس دور کا ہندو معاشرہ دوچار ہو رہا تھا اور وہ تبدیلی یہ تھی کہ اپنشید کی یہ تجریدی اور غیر مادی حقیقت جسے براہمن کہتے ہیں ایک مادی پیکر میں ڈھل کر رہ جاتی ہے۔ یعنی حقیقت اولی انسانی شکل میں دھرتی پر اتر آتی ہے تاکہ عوام الناس اس سے براہ راست تعلق اور ہم آہنگی پیدا کر سکیں۔"[۴]

جاوید اختر بھٹی کی تالیف شدہ یہ کتاب معیاری اردو تراجم کے فروغ میں اہمیت کی حامل ہے۔ حقائق اور واقعات کی ترتیب، مستند تاریخی حوالوں کے ساتھ برمحل وضاحتیں اور دیگر الہامی اقوال کے تناظر میں بحث و تمحیص اور سب سے بڑھ کر جاوید اختر بھٹی کے رواں بیانیے نے اس مشکل موضوع کو آسان اور عام فہم بنا دیا ہے اس سے عام قاری کے لیے اس موضوع میں غیر معمولی دلچسپی بڑھے گی۔

جاوید اختر بھٹی کا علمی و ادبی کام کثیر الجہت ہے بالخصوص تحقیقی و تخلیقی سطح پر تن تنہا ایسے نادر و نایاب موضوعات پر کام کیا ہے جو بڑے بڑے ادارے بھی نہ کر سکتے۔ قدیم تہذیب اور تاریخ کے اوراق میں گمشدہ موضوعات کو عوام کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے ایسی ہی ایک اور تحقیقی کاوش "غلامی کا تصور" ہے۔ اس کتاب میں جاوید اختر بھٹی نے قدیم قانونِ غلامی لکھے ہیں۔ جنہیں تاریخ کے گمشدہ اوراق سے ڈھونڈ کر پیش کیا ہے۔ غلامی کی روایت قانون کی شکل میں صدیوں سے مختلف بادشاہوں کے ہاں چلتی رہی

ہے اور اس کتاب میں مختلف تہذیبوں، مذاہب، فلسفیوں، حکمرانوں کے ہاں غلامی کی روایت، تصور اور رواج کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ حمورابی بادشاہ کا قانون، یہودیوں، رومیوں، مسیحیوں، فینیقیوں کے ہاں غلامی کا رواج، قدیم مصر میں غلامی کا تصور، افلاطون کا فلسفہ غلامی، ہندوستانی تہذیب، ایران اور چین میں غلامی کی روایت اور تصور کو پیش کیا ہے۔ آخر میں اسلام کے غلامی کے حوالے سے احکامات کو بھی شامل کتاب کیا گیا ہے۔ جاوید اختر بھٹی کی اس کتاب کو ۲۰۱۶ء میں فکشن ہاؤس لاہور نے شائع کیا۔ یہ کتاب جاوید اختر بھٹی کی گہری فنی بصیرت اور تحقیقی شعور کی عمدہ مثال ہے اور ادبی تحقیق کے میدان میں نئے زاویوں کو مترشح کرتی ہے۔ اس سے محقق کی تہذیبی اور فکری گیان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جاوید اختر بھٹی بطور صحافی اور کالم نگار مختلف اخبارات، رسائل و جرائد میں ایک باقاعدہ لکھاری کے طور پر اپنی شناخت کروا چکے ہیں بلکہ اپنی تحریروں، مضامین اور تنقید و تحقیق کے ذریعے اہل نقد و نظر میں خود کو منوا بھی چکے ہیں۔ اس کے ساتھ اردو صحافت کی تاریخ، آغاز اور مشکلات سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوئے بطور محقق اس بات کی ضرورت کو محسوس کیا کہ نسل نو کو اردو صحافت کی ابتداء، آغاز اور تاریخ سے آگاہ کیا جائے بالخصوص آزادی کے بعد حکومتیں اردو صحافت اور اخبارات سے خوفزدہ رہی ہیں۔ پریس کو مسلسل دباؤ میں رکھا جاتا رہا ہے۔ صحافیوں پر جعلی کیس اور مقدمات بنا کر سخت سزائیں سنائی جاتی رہی ہیں اور اب تک پاکستان میں اخبارات شدید زوال کا شکار ہیں ان کی اشاعت محدود ہو گئی ہے۔ ہزاروں صحافی بے روزگار ہیں اور ان کا مستقبل غیر ذمہ دار حکومتوں کے غیر محفوظ ہاتھوں میں مقید ہو چکا ہے۔

جاوید اختر بھٹی نے ڈاکٹر طاہر مسعود، نادر علی خان، گربچن چندن، مسکین علی حجازی، غلام حیدر اور شافع قدوائی کی صحافت سے متعلق منتخب مضامین اور تحریروں کو "برصغیر میں اردو صحافت کا آغاز" کے نام سے مرتب کیا ہے جسے الکتاب گرافکس ملتان نے جنوری ۲۰۲۱ء میں شائع کیا۔ اس کتاب کا انتساب مولوی محمد باقر کے نام ہے جو اردو صحافت میں شہید اول ہیں۔ اردو صحافت کے پہلے اخبار "دہلی اردو اخبار" کے مدیر تھے۔ اخبار کا بادشاہ کا حامی ہونے کی پاداش میں مولوی محمد باقر کو انگریزوں نے سزائے موت دے دی۔ بطور صحافی جاوید اختر بھٹی نے اپنی اس تحقیقی کاوش کو صحافت کے میدان میں پہلی شہادت کے نام کیا ہے۔

ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

> "پاکستان میں صحافت کو سمجھنے کے لیے ضمیر نیازی کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔
>
> 1۔ صحافت پابند سلاسل 2۔ حکایات خونچکاں 3۔ انگلیاں فگار اپنی
>
> یہ کتابیں پاکستان میں صحافت کا ایک بھیانک منظر پیش کرتی ہیں۔ ان کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حکومتیں کس طرح اخبارات کے راستے بند کرتی رہیں۔ اور ان کے لیے مشکلات پیدا کرتی رہیں۔ اور اس کے ساتھ پاکستانی صحافت پر لکھی احفاظ الرحمنٰ کی کتاب "سب سے بڑی جنگ" کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کتابیں ہماری صحافت کا آئینہ خانہ ہیں۔"[۵]

نسل نو کے لیے صحافت کو سمجھنے کے لیے ان کتب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ پاکستان میں صحافت کو درپیش مسائل کو سمجھا جا سکے اور جاوید اختر بھٹی کی اس تحقیقی کوشش کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔ آپ عصر حاضر کے مہا محقق، مدون اور ناقد گردانے جاتے ہیں۔ حال ہی میں "ملتان انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ" کے زیر اہتمام شائع ہونے والی "خواجہ فرید کی اردو شاعری (ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش)" جاوید اختر بھٹی کی تازہ تحقیقی تصنیف ہے۔ یہ درحقیقت وزیر آغا کے بیٹے ڈاکٹر سلیم آغا کا ایم اے اردو کا مقالہ ہے جو خواجہ غلام فرید کی شاعری پر پہلا تحقیقی کام تھا۔ جس میں خواجہ غلام فرید کے حالات زندگی، ان کا پنجابی اور اردو کلام کے موضوعات، تصورات، افکار اور فنی اوصاف شامل ہیں۔ روایتی سندی کام کی طرح مختلف کمیوں کوتاہیوں کے باوجود اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جاوید اختر بھٹی نے مقالے کو کتابی شکل دے کر بقائے دوام بخشا ہے۔ مقالے کے علاوہ اس

کتاب میں خواجہ غلام فرید کے فکر و فن کے متعلق ڈاکٹر عصمت اللہ شاہ اور مسعود حسن شہاب دہلوی کے مضامین اور ذوالفقار احسن کا سلیم آغا سے انٹرویو کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس سے اس کتاب کے علمی مرتبے میں اضافہ ہوا ہے۔ تحقیقی میدان میں یہ کتاب علم وادب کا مرقع ہے جو قارئین کے لیے فرید شناسی کے حوالے سے نئی جہتوں کا باب کھولے گی۔ جاوید اختر بھٹی نے اس کتاب کی ترتیب واشاعت کے ذریعے سے علم وادب کی ایک بڑی خدمت کی ہے جس پر وہ داد و تحسین کے مستحق ہیں۔

اس کا اظہار کتاب کے بیک ٹائٹل پر ممتاز دانشور حفیظ خان نے بھی کیا ہے۔

> "گزشتہ صدی کے نصف آخر میں مسعود حسن، شہاب دہلوی اور حمید اللہ شاہ ہاشمی نے خواجہ فرید کی اردو شاعری کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا لیکن جامعاتی سطح پر ۴۲ برس قبل پہلی بار ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اردو کے طالب علم کی حیثیت سے "خواجہ فرید کی اردو شاعری" کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا جس کے نگران ڈاکٹر وحید قریشی تھے۔ تحقیق کا جوہر ڈاکٹر سلیم آغا کو اپنے والد وزیر آغا سے ورثے میں ملا لیکن یہ علمی کاوش نجانے کیوں اب تک طبع نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر سلیم آغا کے انتقال کے بعد اس یادگار مقالے کو بار اولیں طباعت کے لیے محترم جاوید اختر بھٹی نے مرتب کیا جن کی یہ کاوش بجا طور پر لائق تحسین ہے۔"[۶]

جاوید اختر بھٹی کی روشن خیالی اور ادبی تحقیق کا سفر دہائیوں پر محیط، علم اور جذبے کے دھاگوں سے بُنی ایک دلکش ٹیپسٹری (Tapestry) ہے۔ جہاں ہمیں عمیق مطالعہ، متحرک مباحث کے ساتھ مزید علم جاننے کی غیر تسلی بخش پیاس دکھائی دیتی ہے جو وقت کے ساتھ کسی نا کسی تخلیق اور تحقیق کی صورت میں ہمارے سامنے عیاں ہوتی ہے۔ اور پھر یہ دانشورانہ تحقیق خدمات آنے والی نسلوں کے لیے تحریک کی روشنی کا کام کر رہی ہیں۔ اپنی انہی علمی، ادبی، تحقیقی اور مرتب وطباعت کوشش وکاوشوں کے باعث جاوید اختر بھٹی نا صرف ملتان کے علم وادب کا معتبر حوالہ ہیں بلکہ اردو ادب میں مایہ ناز نقاد، ممتاز ادیب وافسانہ نگار اور معروف محقق کے طور پہ منفرد مقام رکھتے ہیں۔ تحقیق وتالیف کے حوالے سے ہمیشہ مختلف اور منفرد موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ لسانیات، صحافت، فلسفہ، مذہب اور شخصیات میں بھی تاریخی گوشوں کو آشکار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ برسا برس کی عرق ریزی سے ادبی تحقیق میں خود کو عہد ساز محقق ثابت کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسد فیض، "جوئبار" خبریں ملتان ادبی ایڈیشن، اکتوبر ۱۹۹۸ء

۲۔ جاوید اختر بھٹی: (مرتب)، "فلسفۂ مذہب"، مطبوعات لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۱۱

۳۔ "میر صاحب"، حرف آغاز، مرتب: جاوید اختر بھٹی، اول، پورب اکادمی، اسلام آباد، فروری، ۲۰۱۰ء

۴۔ جاوید اختر بھٹی، "دیباچہ، گیتا کے اردو تراجم (حصہ اول ودوم)، پورب اکادمی، لاہور، ۲۰۲۲ء، ص ۱۲

۵۔ جاوید اختر بھٹی، "برصغیر میں اردو صحافت کا آغاز"، الکتاب گرافکس، ملتان، جنوری ۲۰۲۱ء، ص ۹

۶۔ محمد حفیظ خان، "ڈاکٹر غلام فرید کی اردو شاعری، مرتب: جاوید اختر بھٹی"، ملتان انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ ملتان، جنوری، ۲۰۲۳ء